ٹیلیفون نمبر ۳۳

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵۰

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؛ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

روزنامہ قادیان

یوم دوشنبہ

جلد ۳۳ | ۵ ماہ تبلیغ ۱۳۲۴ ہش | ۲۱ صفر ۱۳۶۴ھ | ۵ فروری ۱۹۴۵ء | نمبر ۳۱

مدینۃ المسیح

قادیان ۵ ماہ تبلیغ۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آج پونے آٹھ بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ آج بھی حضور نے عصر سے مغرب تک درس قرآن دیا۔ اور مغرب کے بعد مجلس میں بھی رونق افروز ہوئے۔ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت تا حال بخار سر درد اور انتڑیوں کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ ناساز ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ نے مولوی محمد حسین صاحب کو پونچھ اور مولوی عبد الغفور صاحب کو بہار اڑیسہ بسلسلہ تبلیغ بھیجا ہے۔ مولوی قمر الدین صاحب انسپکٹر تعلیم و تربیت کو موضع کریم پورہ ضلع جالندھر میں تربیت کے سلسلہ میں بھیجا گیا ہے۔ مکرم سید عبد الحی صاحب آف منصوری کی لڑکی حفیظہ بیگم صاحبہ کی تقریب رخصتانہ آج ۴ بجے شام عمل میں آئی۔ جس میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے بھی شمولیت فرما کر دعا فرمائی۔ اور بھی بہت سے اصحاب مدعو تھے۔ عزیزہ کا نکاح ۲ فروری بروز جمعہ بعد نماز مغرب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے لفٹننٹ ملک محمد علی خان ...

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ — ھُوَ النَّاصِرُ

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے ساتھ ہو

تحریک جدید کے وعدوں کی آخری میعاد ۷ فروری ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سلسلہ کے کام خدا تعالیٰ کے ہیں۔ جو سلسلہ کے کام کریگا۔ وہ اپنا اجر اللہ تعالیٰ سے پائیگا۔ اس کے لئے بار بار میں نے دوستوں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ تحریک جدید کی جب تحریک ہو۔ تو بعض دوست ثواب کے لئے خواہ کارکن ہو یا نہ ہوں کام کے لئے آگے نکل آیا کریں۔ چنانچہ جب بھی ایسا ہوا ہے غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے کاموں میں برکت دیدی ہے۔ اب چونکہ دس سال پہلے دور کے گزر چکے ہیں۔ غالباً دوستوں نے سمجھا ہے۔ کہ اب کام کا وقت گزر گیا ہے۔ حالانکہ جب کانٹا بدلتا ہے۔ وہی وقت خطرہ کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دفعہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ کئی جماعتوں اور افراد میں سستی کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور کئی جماعتوں اور افراد نے اپنے وعدے اب تک نہیں بھجوائے۔ کئی جماعتوں نے پوری تندہی سے کام نہیں کیا۔ حالانکہ یہ امر جماعت پر واضح ہو چکا ہے۔ کہ ابھی اصل کام کی بنیادیں بھرنے میں بہت بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ اور اب صرف چند دن وعدوں کے لکھوانے میں رہ گئے ہیں۔ جہاں ایک حصہ جماعت نے بے نظیر ایثار کا ثبوت دیا ہے۔ وہاں دوسرے حصہ میں سستی بھی نظر آ رہی ہے۔ گویا کہ وہ تھک گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ اور ان میں چستی پیدا کرے۔ عمل مقبول وہی ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو زیادہ قربانی کا موقعہ ملے۔ وہ عمل جس کے بعد انسان تھک جائے۔ ایک خطرہ کا الارم ہے۔ جس سے مومن کو ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے تحریک جدید کے تمام ان مجاہدوں کو جنہوں نے اب تک اپنے وعدے نہیں بھجوائے توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جلد اپنے وعدے بھجوائیں۔ اور تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اگر فہرست نہیں بھجوائی۔ تو اب جلد مکمل کر کے بھجوا دیں اور پہلے ناقص بھجوائی ہے۔ تو اب مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ کا مددگار ہو۔ میں نے نو سالہ میعاد کی زیادتی قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق بڑھائی ہے۔ کہ دوزخ پر انیس نگران ہونگے۔ پس میں نے چاہا کہ تحریک جدید کی ہر جماعت کی قربانی انیس سال کی ہو جائے۔ تا کہ دوزخ کے دروازے اس کے لئے بند ہو جائیں۔ اور دوزخ کے انیس کے انیس داروغے بجائے ان کے دشمن کے ان کے دوست ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام تحریک کے مجاہدوں پر خواہ دفتر اول کے ہوں۔ خواہ دفتر دوم کے اس دنیا کی جنت اور اگلے جہان کی جنت کا سامان پیدا کرے۔ اور اسلام کی فتوحات کی ایک مضبوط بنیاد ان کے ہاتھ سے رکھوا دے۔ اللّٰھم اٰمین والسلام

خاکسار:۔ مرزا محمود احمد

ایڈیٹر۔ غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا۔

روزنامہ الفضل قادیان ——— مورخہ ۲۱ صفر ۱۹۴۵ء

اخبار اور جماعت احمدیہ

(از ایڈیٹر)

چونکہ ہر زندہ جماعت کیلئے مرکز جڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جس طرح ایک تناور درخت اس وقت تک نہ تو ہرا بھرا رہ سکتا ہے۔ اور نہ اس کی شاخیں بڑھ سکتی ہیں۔ جب تک بنیادی جڑ سے وابستگی مضبوط نہ ہو۔ اور اس سے اسے خوراک نہ پہنچتی رہے۔ اسی طرح کوئی جماعت بھی اس وقت تک نہ تو قائم رہ سکتی ہے۔ اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔ جب تک مرکز سے اس کا تعلق مضبوط نہ ہو۔ اور اس کے ہر حصہ کو مرکز سے ضروری ہدایات اور احکام عمل کرنے کے لئے نہ پہنچتے رہیں۔

جماعت احمدیہ کا مرکز قادیان ہے۔ اور یہ وہ مرکز ہے۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے قائم فرمایا۔ اور انتظامی امور سرانجام دینے کے لئے جو انجمن مقرر کی۔ اس کے قواعد و شرائط کے ضمن میں تحریر فرمایا۔ کہ "یہ ضروری ہوگا۔ کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے۔ کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے"۔

پس ضروری ہے۔ کہ تمام بیرونی احمدی جماعتوں اور احمدی افراد کا اپنے مرکز سے ایسا ہی تعلق ہو۔ جیسا شاخوں کا اپنے تنے اور جڑ سے ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں اس تعلق کو قائم رکھنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مفید بنانے کا ایک ذریعہ اخبار ہے۔ جو مرکز کے ضروری حالات اور واقعات اور مختلف اداروں کی اطلاعات جلد سے جلد وسیع پیمانہ پر پہنچا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اول تو اس امر کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ کہ ہر جماعت خواہ کتنے ہی تھوڑے افراد پر مشتمل ہو۔ وہ ضرور اخبار منگائے۔ دوسرے جہاں اخبار جاتا ہے۔ وہاں اس سے اس طرح فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ جس طرح اٹھانا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات جو قابل ذکر ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اخبار میں نظارتوں اور دوسرے اداروں کی طرف سے جو اعلانات اور تحریکیں شائع ہوتی ہیں۔ اور جو نظام جماعت کے لحاظ سے نہایت اہم امور پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان کو خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ اور ان پر اس طرح توجہ نہیں کی جاتی۔ جس طرح اس وقت کی جاتی ہے۔ جب وہی بات خطوط میں لکھی جائے یا ملاقات کر کے بیان کی جائے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ تمام جماعت کے پاس اس طرح پہنچنا ناممکن ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کسی تحریک پر جس طرح تمام جماعت کو لبیک کہنی چاہیئے۔ اس طرح نہیں کہہ سکتی اور بار بار اعلان کرنے اور توجہ دلانے پر بھی نہیں کہہ سکتی۔

ان حالات میں اس بات کی بیحد ضرورت ہے کہ اخبارات میں جو کچھ شائع ہو۔ اسے نہایت غور اور توجہ سے پڑھا جائے۔ دوسرے احمدی بھائیوں تک اسے پہنچایا جائے۔ اور جو باتیں قابل عمل ہوں۔ ان پر پوری طرح اور وقت مقررہ کے اندر اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ عمل کیا جائے۔ کہ اس بارے میں مزید توجہ دلانے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

اب تو یہاں تک دیکھا گیا ہے۔ کہ نظارتوں کے ضروری سے ضروری اعلانات کو بھی عام اشتہارات کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کا پڑھنا بار محسوس کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کئی ضروری کام سرانجام نہیں پا سکتے۔ اور کئی رنگ میں نقصان اٹھانا پڑتا ہے اگر احباب جماعت اخبار "الفضل" جسے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی جماعت احمدیہ کا آرگن فرماتے ہیں۔ عام اخباروں کی طرح نہ پڑھیں۔ بلکہ اس مقصد اور مدعا کے پیش نظر پڑھیں کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ اٹھانا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ تو جماعت میں بہت بڑا انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ہر پہلو سے جماعت غیر معمولی ترقی کر سکتی ہے۔

اس نہایت اہم اور ضروری امر کے متعلق ناظرین کرام بھی اگر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ تو شکریہ کے ساتھ شائع کئے جائینگے۔ اس بارے میں نقطہ مرکزی یہ ہے۔ کہ اخبار کے مضامین اور اعلانات کو زیادہ سے زیادہ مؤثر اور قابل توجہ بنانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔

۱۱ مارچ کو غیر مسلموں کیلئے یوم التبلیغ منایا جائے

گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ۱۱ ماہ امان ۱۳۲۴ھش مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۴۵ء غیر مسلم صاحبان میں تبلیغ کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ اس دن انفرادی طور پر زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں تک پیغام حق پہنچائے۔ (بشیر احمد بیگ نائب ناظر دعوت و تبلیغ)

سب سے اہم فریضہ تبلیغ ہے

سیکرٹریان تبلیغ خصوصاً توجہ فرمائیں

آپ کا صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم صحابہ کے مثیل ہیں۔ آپ کو مثیل نہیں بنا دیتا۔ اس کے لئے آپ کو صحابہ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ صحابہ کون تھے۔ کیا تھے؟ صحابہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا تھا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہینگے۔ کہ اذھب انت وربک فقاتلا۔ انا ھٰھنا قاعدون۔ کہ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ صحابہؓ نے کہا کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم آپ کے دائیں لڑینگے ہم آپ کے بائیں لڑینگے ہم آپ کے آگے لڑینگے ہم آپ کے پیچھے لڑینگے۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکیگا۔ جبتک وہ ہماری لاشوں کو نہ روندے۔ آج دین کے لئے جنگ اور قتال ملتوی ہے۔ آج دین کی جنگ روحانی ہے۔ یعنی تبلیغ۔

آج آپ زبان سے نہیں کہہ رہے تو نہ سہی۔ مگر عمل سے تو یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ اے خلیفہ وقت جا تو اور تیرے مبلغین تبلیغ کریں۔ اگر آپ کے دل میں درد ہوتا۔ اگر سلسلہ کی عظمت آپ کے دل میں ہوتی۔ تو یہ ناممکن ہے۔ کہ آپ بیقرار نہ ہو جاتے کہ جس چیز کو آپ نے قبول کیا ہے۔ اسے دوسروں سے بھی منوائیں۔ اگر آپ نے احمدیت کو ایک سچائی سمجھ کر قبول کیا ہے۔ تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کم علم ہیں۔ میں کہتا ہوں آخر وہ کیا دلیل ہے۔ جس نے آپ کو احمدیت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بس وہی دلیل دوسروں کے سامنے پیش کریں اگر وہ ضد کرتے ہیں تو کیا آپ کو ضد کرنا نہیں آتا؟ مستقل مزاج تو مومن ہوتا ہے۔ پس تبلیغ کریں۔ تبلیغ کریں۔ اپنے ہمسایوں۔ رشتہ داروں دوستوں کو مجبور کریں کہ وہ آپ کی باتوں پر غور کریں اور جلد کوئی فیصلہ کریں۔ یا وہ آپ کے ساتھ ملیں یا مخالفت شدید کریں اور علی الاعلان کریں خاموش نہ رہیں۔ ہر وہ شخص جو خاموش ہے۔ نہ مخالفت کرتا ہے اور نہ ساتھ ملتا ہے اسے مجبور کریں کہ وہ یا تو مخالفت کرے یا ہمارے ساتھ مل جائے۔ کسی کو خاموش نہ رہنے دیں۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ بار بار اسکو تبلیغ کریں۔ ان پڑھ اور کم علم احباب اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ حضور کے الفاظ میں ہی لوگوں کے سامنے پیش کرنے جائیں تو ہزاروں لوگ اس طرف متوجہ ہو جائینگے۔

پس اس نعمت کی قدر کریں جو آپ کو ملی ہے۔ تا آپ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ (ناظر دعوت و تبلیغ)

پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ بہار

حدیث میں روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ مدینہ سے باہر رہتے تھے اور روزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے استفاضہ کے لئے انہوں نے ایک صحابی سے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ ان میں سے ایک ضرور مجلس میں حاضر ہو اور دوسرا دونوں کا کام سنبھالے اور اس طرح وہ کلمات طیبات سے مستفید ہوتے رہتے اور مجلس سے واپس آ کر دوسرے کو سنا دیتے۔ یہی طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ سے بھی مروی ہے۔ کہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کاموں سے فراغت حاصل کر کے حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوتے۔ اور بعض قریب کی جگہوں کے صحابہ تو ہر ہفتہ قادیان تشریف لاتے۔

آپ کے مثیل اور خلیفہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس آج پھر قائم ہے۔ آپ روزانہ بعد

ملفوظات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

اسلام کے خلاف فلسفیوں کے اعتراضات بالکل بے حقیقت ہیں

فرمودہ ۱۶ مئی ۱۹۴۴ء بعد نماز مغرب

مرتبہ:۔ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

فرمایا۔ کل طاہر احمد نے فلسفہ کے متعلق سوال کیا تھا۔ جس کا میں نے مجملاً جواب دے دیا تھا۔ مگر بعد میں مجھے خیال آیا۔ کہ میرے دو بچے جو اس سال مدرسہ میں سے کامیاب ہونگے انہیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر جانا پڑیگا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے بعض اور طالب علم ایسے ہیں۔ جن کو بیرونی کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا پڑیگا۔ کیونکہ تعلیم کے بعض حصے ایسے ہیں۔ جنکے متعلق ابھی قادیان میں کوئی انتظام نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے ڈاکٹری ہے یا زراعت ہے۔ پس چونکہ اس کو بھی باہر جانا پڑیگا۔ اور اسی طرح ہماری جماعت کے بعض اور نوجوانوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر کالجوں میں داخل ہونا پڑیگا۔ اور باہر اس قسم کے سوالات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ اس لئے طبعی طور پر طالب علموں کو گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ کہ جب ہمارے سامنے اس قسم کے سوالات آئیں۔ تو ہم ان کا کیا جواب دیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس مضمون کو ذرا تفصیل سے بیان کر دوں۔

جہالت اور توہمات کا نتیجہ

جیسا کہ میں نے کل بھی بیان کیا تھا۔ واقعہ یہی ہے۔ کہ فلسفہ کی طرف منسوب کرکے اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ وہ محض جہالت اور توہمات کا نتیجہ ہیں۔ حقیقت کا ان میں ذرا بھی دخل نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ فلسفہ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ وہ ہوتا ہے۔ جس میں علوم کے نتیجہ کے طور پر بعض مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ جیسے ڈاروِن کی تھیوری ہے۔ یا جیسے علم طبقات الارض سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں ہیں۔ ان علوم سے استنباط کرکے بعض حملے اسلام پر کئے جاتے ہیں۔

ان حملوں کے متعلق یہ امر سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ یہ فلسفیانہ اعتراضات نہیں ہیں۔

فلسفہ کیا ہے؟

فلسفہ عرف عام میں چند عقلی نظریوں کا نام ہے۔ جس میں وقت کے متعلق یا زمانہ کے متعلق یا حقیقت الاشیاء کے متعلق فلسفی لوگ بحثیں کرتے ہیں۔ اور نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ یہ چیزیں کس حد تک اپنے اندر حقیقت رکھتی ہیں۔ اور کس حد تک نہیں رکھتیں۔ یا وہ اس قسم کی بحثیں کرتے ہیں۔ کہ زمانہ محدود ہے یا غیر محدود یا مقام محدود ہے یا غیر محدود۔ ان امور پر جو لوگ بحثیں کرتے ہیں۔ وہ فلسفی کہلاتے ہیں۔

فلسفیوں میں اختلافات

جہاں تک ان عقلی نظریات کا سوال ہے۔ ان میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آیا ہے۔ آج اگر ایک فلسفی ایک رائے کا اظہار کرتا ہے۔ تو کل دوسرا فلسفی اسکی رائے کو رد کر دیتا ہے۔ چنانچہ کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا۔ جس میں فلسفہ پوری مضبوطی سے قائم رہا ہو۔ ہمیشہ بعد کے فلسفی پہلے فلسفیوں کے خلاف چلتے نظر آتے ہیں۔ کینٹ آیا ہیگل آیا۔ سپنسر آیا۔ اور ان میں سے ہر شخص پہلے مسائل کو رد کرتا آیا۔ اور اس زمانہ کے لوگوں نے یہی کہا۔ کہ پہلے لوگ بالکل جاہل تھے۔ انہیں معلوم ہی نہ تھا۔ کہ فلسفہ کیا چیز ہے۔ حالانکہ وہ خود جن چیزوں کو پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ بھی صرف عقلی نظریے ہوتے ہیں۔ جن کا مشاہدہ سے تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس وجہ سے ان کی طرف سے جس قدر باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ محض ڈھکوسلے ہوتی ہیں۔ اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے کسی ایک پہلو کو دیکھ کر استدلال کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اور کئی پہلو ایسے ہوتے ہیں۔ جو ان کے نظریہ کو رد کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسے ڈاروِن کی تھیوری ہے۔ اس تھیوری کا استنباط انہوں نے اس وجہ سے کیا۔ کہ جنین رحم مادر میں ایسی شکلیں بدلتا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پر ترقی کے مختلف دَور گزر رہے ہیں۔ اور ان مختلف دوروں میں سے گزر کر ترقی کرتے ہوئے وہ موجودہ انسانی صورت تک پہنچا ہے۔ ایک وقت اس پر ایسا گزرا ہے۔ جب وہ مچھلی کی کیفیت اپنے اندر رکھتا تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا۔ جب وہ پرندوں کی سی کیفیت لئے ہوئے تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا۔ جب وہ بندر کی صورت میں تھا۔ اور پھر وہ زمانہ آیا۔ جب وہ انسانی شکل میں آیا۔ پس چونکہ جنین رحم مادر میں مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے۔ اس لئے وہ اس مشاہدہ سے یہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ یہ مختلف شکلیں ارتقاء انسانی کی مختلف کڑیوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ جن میں سے انسان گزشتہ زمانوں میں گزرا۔ یہ الگ سوال ہے۔ کہ ان کا اس مشاہدہ سے یہ استنباط کرنا درست ہے یا نہیں۔ مگر بہرحال یہ ایک استنباط ہے۔ جو ڈاروِن نے کیا۔ مگر اب یورپ میں اس تھیوری کی بڑے زور سے تردید کی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے۔ کہ یہ بالکل غلط ہے

پس وہ امور جو مشاہدہ پر مبنی ہیں۔ جب ان میں بھی ناقص مشاہدہ کئی قسم کی غلطیوں اور گمراہیوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ تو محض عقلی نظریات جن کے ساتھ مشاہدہ کا کوئی تعلق نہ ہو انسان کے اطمینان کا موجب کس طرح بن سکتے ہیں۔ جب تک ان نظریوں کے ساتھ ایسی صداقتیں وابستہ نہ ہوں۔ جن کا انکار ناممکن ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کل اجمالی طور پر میں نے یہ جواب دے دیا تھا۔ کہ فلسفہ محض بکواس ہے اور ان ڈھکوسلوں کا ایک مومن پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن صرف یہ کہہ دینا کہ فلسفہ محض ڈھکوسلہ ہے عام طور پر تشفی کا موجب نہیں ہوتا۔ طالب علم خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ ڈھکوسلہ ہوتا تو فلاں پروفیسر اس سے کیوں متاثر ہوتا۔ فلاں عالم اور ماہر اس سے کیوں متاثر ہوتا۔ پروفیسروں اور بڑے بڑے عالموں کا متاثر ہونا بتا رہا ہے۔ کہ یہ محض ڈھکوسلہ نہیں۔

ایمان کے مقابلہ میں فلسفہ کی کوئی حقیقت نہیں

اس شبہ کے ازالہ کے لئے اصولی طور پر یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایمان کے مقابلہ میں فلسفہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مومن کے پاس ایک ایسی چیز موجود ہوتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں یہ خیالی نظریے کسی صورت میں بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ سپنسر بڑا فلاسفر تھا۔ کینٹ بڑا فلاسفر تھا۔ ہیگل بڑا فلاسفر تھا۔ مگر وہ ہلاک ہوئے محض اس چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ جس کا نام مشاہدہ ہے۔ جس شخص کو مشاہدہ کے طور پر کسی بات کا یقین حاصل ہو جائے۔ وہ اس کے مقابلہ میں کسی سنی سنائی بات کا کس طرح اعتبار کر سکتا ہے۔ خواہ اسے کتنے ہی مختلف پیرایوں میں بیان کیا جائے۔ فرض کرو زید ایک شخص ہے۔ اور وہ اپنے دوست کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن ایک دوسرا شخص جسے معلوم نہیں۔ کہ زید اس وقت گھر کے اندر موجود ہے۔ یہ کہنے لگ جائے۔ کہ زید آج لاہور گیا ہوا ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے۔ کہ اس کا فلاں دوست لاہور میں موجود ہے۔ اور آج ہی اس کی شادی ہے۔ اس شادی کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے وہ ضرور لاہور گیا ہے۔ اور فلاں گاڑی سے گیا ہے۔ کیونکہ اس گاڑی کے بغیر اور کسی گاڑی سے وہ بروقت لاہور نہیں پہونچ سکتا۔ اسی طرح وہ اور کئی قسم کے دلائل دے۔ جن سے یہ ثابت کرے۔ کہ زید ضرور لاہور گیا ہوا ہے۔ اور جب وہ یہ تمام دلائل دے چکے۔ تو وہ شخص جس کے سامنے اس نے ان دلائل کو بیان کیا تھا۔ زید کو آواز دے۔ اور وہ اندر سے نکل آئے۔ تو تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس کے دلائل کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ وہ خواہ لاکھ دلائل دے۔ کتنے ہی وجوہ بیان کرے۔ جب زید اندر سے نکل آیا۔

تو اس کے تمام دلائل دھرے رہ جائینگے اور لوگوں کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ محض ڈھکوسلوں سے کام لے رہا تھا۔

اسی طرح فلسفیوں کی طرف سے پیش کردہ نظریئے اسی وقت تک لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔ جب تک انہیں مشاہدہ نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اُن کا کوئی ڈھکوسلہ انسانی طبیعت کو متاثر نہیں کر سکتا۔ اسلام کے مقابلہ میں اگر فلسفہ بالکل بے حقیقت شے معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام ایک ایسا خدا پیش کرتا ہے جو اپنے اندر قدرت نمائی کی طاقت رکھتا ہے۔ جو اپنے پیاروں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جو اُن پر اپنی قدرت اور اپنے جلال کو ظاہر کرتا اور اپنی صفات کے ظہور کا ثبوت دیتا ہے۔ اس مشاہدہ کے بعد ایک مومن کے قلب پر فلسفہ کے کسی ڈھکوسلے کا اثر ہی کس طرح ہو سکتا ہے چاہے یہ ڈھکوسلہ پیش کرنے والا ہیگل ہو یا برکلے ہو یا سپنسر ہو یا کینٹ ہو کوئی ہو۔ ان کی کسی بات سے مشاہدہ باطل نہیں ہو سکتا۔ فرض کرو وہ کہتے ہیں کہ کلام کرنے کے لئے زبان کی ضرورت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اور زبان تسلیم کرنے سے خدا کو مجسم بنانا پڑتا ہے۔ تو اُن کی اس دلیل کا اُس شخص پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جس نے خدا کو اپنے آپ سے ہمکلام ہوتے دیکھا جس نے اپنے کانوں سے اس کی باتوں کو سنا اور جس نے اپنی روحانی بصیرت سے اُس کے جلال اور اس کے جمال کا مشاہدہ کیا جب مجھ سے خدا بولتا ہے۔ جب میں نے اس کی باتوں کو اپنے کانوں سے سنا ہے تو مجھ پر اُن لوگوں کے دلائل کا کیا اثر ہو سکتا ہے جو کہتے ہیں کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں یا یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا انسان سے ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ وہ میرے متعلق یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ مَیں پاگل ہو گیا ہوں۔ مگر بہر حال جب تک وہ دلائل سے اُس کلام کو رد نہیں کرتے۔ جس کے متعلق میرا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اُس وقت تک اُن کی دلیلیں خواہ وہ دس ہزار ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھ سکتیں۔ اگر ایک شخص میرے ساتھ باتیں کر رہا ہو۔ میرے کان اس کی باتوں کو سن رہے ہوں۔ میری آنکھیں اس کے وجود کو دیکھ رہی ہوں۔ اور ایک دوسرا شخص مجھے یہ کہنا شروع کر دے کہ یہ سب کچھ وہم ہے۔ نہ دوسرا شخص تم سے بول رہا ہے۔ نہ وہ تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔ تو کیا اُس کے وہم کہنے سے مَیں یہ خیال کرنے لگ جاؤنگا۔ کہ سچ مچ یہ سب کچھ وہم ہے۔ یا مَیں اُس کہنے والے کو پاگل اور مجنوں خیال کرونگا۔ ایسے شخص کو میرا یہی جواب ہوگا کہ جب تم اُن باتوں کو جنہیں میں نے اپنے کانوں سے سنا وہم قرار دے سکتے ہو۔ تو مَیں یہ کیوں فرض نہیں کر سکتا کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو حقیقت میں وہی وہم کا نتیجہ ہے۔

موجودہ زمانہ میں خدا کا زندہ کلام

موجودہ زمانہ میں چونکہ فلسفہ لوگوں پر گہرا اثر کر رہا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا زندہ کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کیا۔ اور پھر کلام بھی وہ جس کا ساری دنیا کے ساتھ تعلق تھا۔ اور جس کلام میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا بھی ثبوت تھا۔ اسکی صفتِ احیاء کا بھی ثبوت تھا۔ اس کے غفار ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اُس کے ستار ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اس کے مہیمن ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اُس کے رزاق ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اُس کے شافی ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اس کے حفیظ ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اس کے باسط ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اُس کے واسع ہونے کا بھی ثبوت تھا۔ اور پھر یہ کلام صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہی نازل نہیں ہوا بلکہ وہ لوگ جنہوں نے آپ سے وابستگی اختیار کی اور جو سچے دل سے آپ کی اطاعت میں فنا ہو گئے اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا اور اُن کو بھی اس مشاہدہ کی نعمت سے حصہ دیا جس طرح آگ کے پاس بیٹھنے والا گرمی محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور برف کے پاس بیٹھنے والا سردی محسوس کرنے لگتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو آپ سے وابستہ ہو گئے جن کی روحوں نے آپ کی روح سے اتحاد پیدا کر لیا۔ اور جو خدا کی محبت میں اُنہی راستوں پر چل پڑے جن راستوں پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں چلنے کی ہدایت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن کو بھی اس نعمت سے حصہ دیا۔ اور وہ بھی اس بات کے زندہ گواہ بن گئے۔ کہ زمین و آسمان کا ایک خدا موجود ہے۔ جو اپنے بندوں سے کلام کرتا۔ اور اُن کو اپنی غیب کی باتوں سے آگاہ کرتا ہے۔ اُن پر جو کلام نازل ہوا۔ اور ہوتا رہتا ہے۔ اُس میں بھی خدا تعالیٰ کے غفار ہونے اُس کے ستار ہونے اس کے مہیمن ہونے اس کے باسط ہونے اس کے واسع ہونے اس کے شافی ہونے اُس کے رازق ہونے اور اُس کے حفیظ ہونے کے ثبوت موجود ہیں۔ اِن یقینی اور قطعی دلائل کے بعد جو مشاہدہ پر مبنی ہیں۔ اگر سپنسر یا ہیگل یا کینٹ یا برکلے کہتا ہے۔ کہ خدا کی ہستی محض ایک وہم ہے تو ہم کہینگے سپنسر پاگل ہے۔ کینٹ پاگل ہے۔ برکلے پاگل ہے۔ ہیگل پاگل ہے۔ ہم نے خدا کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ ہم نے اس کے کلام کو اپنے کانوں سے سن لیا ہے۔ اس کے بعد کسی کا فرضی ڈھکوسلے پیش کرنا محض ایک جنون اور حماقت ہے۔ پھر یہ نہیں کہ یہ الہام صرف ایک دفعہ ہو۔ ہزاروں الہامات ہیں جو اُس کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور پھر اُن میں سے بیسیوں الہامات ہیں جو بعض دفعہ واقعہ سے چھ ماہ سال بلکہ دس دس سال قبل شائع کر دیئے جاتے ہیں اور اپنے وقت پر بڑی شان سے پورے ہوتے ہیں۔ اِن کھلے کھلے مشاہدات کو ہم فلسفیوں کی باتیں سن کر کہاں لے جائیں اور کس طرح آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی باتوں کو رد کر دیں۔ اس مجلس میں اس وقت تین سو کے قریب آدمی بیٹھے ہیں ان میں سے کسی کی سفید پگڑی ہے۔ کسی کی سبز پگڑی ہے۔ کوئی سر پر ٹوپی پہنے ہوئے ہے۔ اور ہم سب کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ہمارے سامنے دلیلیں دینی شروع کر دے اور کہنے لگ جائے کہ یہ سب کچھ وہم ہے۔ تو اُس کے ان دلائل کا ہم پر کیا اثر ہوگا۔ کیا یہ ہوگا کہ ہم اس کی بات مان لینگے یا یہ ہوگا۔ کہ ہم اُسے وہمی اور پاگل خیال کرنے لگ جائینگے یہی حال فلسفہ کا ہے چونکہ موجودہ زمانہ وہ ہے جس میں خدا تعالیٰ نے اپنا ایک نبی مبعوث فرمایا اور اُس پر اپنا تازہ کلام نازل کیا اس لئے اس زمانہ میں فلسفہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ جب نبوت کا زمانہ نہیں ہوتا اور دین میں بھی لوگ ڈھکوسلے شامل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اُس وقت بیشک فلسفہ اپنا سر اٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ ڈھکوسلے کے مقابلہ میں ڈھکوسلہ چل سکتا ہے۔ لیکن مشاہدہ کے مقابلہ میں ڈھکوسلہ کبھی ٹھہر نہیں سکتا وہ شخص ہو سکتا ہے۔ کہ میں قرآن کی بات کو اس لئے نہیں مانتا کہ قرآن نے وہ بات کہی ہے بلکہ اس لئے مانتا ہوں کہ میرے تجربہ نے مجھ پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ بات درست ہے وہ بھی فلسفہ کا شکار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کو چھوڑ کر اپنے ڈھکوسلوں کے پیچھے چل رہا ہے۔ لیکن ہم تو وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم صداقت کو اس لئے مانتے ہیں کہ قرآن نے اُس پیش کیا۔

ہم قرآن کو کیوں مانتے ہیں؟

پس ہمارے لئے کسی بات کے سچے ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ قرآن نے اُس کو پیش کیا ہے۔ ہم قرآن کو اس لئے نہیں مانتے کہ ہمارے باپ دادا اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ اس لئے مانتے ہیں کہ ہمارے مشاہدہ نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اُس کے سچے رسُول ہیں اور اسلام اس کا سچا مذہب ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے دین کو مشاہدہ کی بناء پر نہیں مانا اُن کے مقابلہ میں ڈھکوسلے چل سکتے ہیں اور وہ اُن ڈھکوسلوں سے مرعوب بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے لئے ان سے مرعوب ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ جب تک ڈھکوسلوں پر دین کا مدار تھا اس کے مقابلہ میں فلسفہ بھی سر اٹھاتا رہتا تھا۔ لیکن جب دین مشاہدہ پر آگیا۔ تو فلسفہ بھی ختم ہو گیا۔ اس کی کوئی دلیل لے لو وہ مشاہدہ پر مبنی نہیں ہوگی مگر ہم جس بات کو پیش کرینگے وہ مشاہدہ پر مبنی ہوگی۔ اس لئے مشاہدہ کے مقابلہ میں صرف عقلی ڈھکوسلے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

حضرت عمرؓ پر کتب خانہ اسکندریہ جلانے کا غلط الزام

اسی نکتۂ معرفت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جلا دو اُن کتابوں کو جو قرآن کے خلاف ہیں۔ نادان دشمن الزام لگاتے ہیں۔ کہ اسکندریہ کا دار الکتب مسلمانوں نے اسی تعلیم کے ماتحت جلا دیا۔ اُن کا یہ کہنا تاریخی لحاظ سے بالکل غلط ہے اور یہ صریح جھوٹا الزام ہے کہ مسلمانوں نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلا دیا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ استنباط کرنا بھی بالکل غلط

کہ انہوں نے قرآن کے خلاف ہر کتاب کو جلا دینے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کسی عورت کے سامنے کوئی شخص یہ کہے۔ کہ فلاں فلسفی نے یوں کہا ہے۔ اور وہ عورت جواب میں یہ کہہ دے۔ وہ فلسفی پڑے چولھے میں ہمیں تو خدا نے یہ تعلیم دی ہے۔ اب اس فقرے کا یہ مطلب نہیں ہوگا۔ کہ اس فلسفی کو جلتے ہوئے چولھے میں جلا دیا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہمیں اس فلسفی سے کیا کام ہے۔ ہمیں تو وہ تعلیم مدنظر رکھنی چاہیئے۔ جو خدا نے ہمیں دی ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ قرآن کے خلاف جو کتابیں دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ تم ان کی طرف توجہ مت کرو۔ تمہارے پاس ایک سچائی موجود ہے۔ جو مشاہدہ پر مبنی ہے۔ اور جس سچائی کے مقابلہ میں فرضی اور جھوٹے ڈھکوسلے کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتے۔

فلسفیوں کی مثال

فلسفیوں کی مثال اور نبی کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ کسی شہر میں چار اندھے تھے ایک دن کہیں سے ہاتھی آیا۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہاتھی آگیا۔ تو انہوں نے بھی بعض لوگوں سے کہا۔ کہ ہمیں ہاتھی کے قریب لے جاؤ۔ تاکہ ہم ہاتھ سے ٹٹول کر ہی ہاتھی دیکھ سکیں۔ کہ وہ کیسا ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگ انہیں ہاتھی کے پاس لے گئے۔ ایک نے ہاتھی کے سونڈ پر ہاتھ مارا اور سمجھ لیا۔ کہ میں نے ہاتھی دیکھ لیا ہے۔ دوسرے نے ہاتھی کے کان پر ہاتھ مارا اور سمجھ لیا۔ کہ میں نے ہاتھی دیکھ لیا ہے۔ تیسرے نے اسکی دم پر ہاتھ مارا اور چوتھے نے اسکی ٹانگوں پر ہاتھ پھیر کر سمجھ لیا۔ کہ میں نے ہاتھی دیکھ لیا ہے۔ اس کے بعد چاروں اندھے اکٹھے ہوئے۔ اور انہوں نے باتیں شروع کر دیں۔ ایک کہنے لگا کہ ہاتھی اس طرح ہوتا ہے۔ جس طرح ایک لمبا سا سونٹا ہوتا ہے۔ دوسرا کہنے لگا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہاتھی تو چھاج کی طرز پر ہوتا ہے۔ تیسرے نے کہا۔ کہ تم نے تو ہاتھی دیکھا ہی نہیں۔ وہ تو ایسا ہوتا ہے جیسے چوری ہوتی ہے۔ اس نے دم پر ہاتھ مارا تھا۔ چوتھا کہنے لگا معلوم ہوتا ہے۔ تم میں سے ہاتھی کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ وہ تو ستون کی طرح ہوتا ہے۔ یہ اختلاف ان میں اسی وجہ سے واقعہ ہؤا۔ کہ ان میں سے کسی نے بھی آنکھوں سے ہاتھی کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ تو یہ اختلاف واقعہ نہ ہوتا۔ کہ کوئی ہاتھی کو ستون سے مشابہ قرار دیتا اور کوئی چھاج سے کوئی کسی چیز سے اور کوئی کسی چیز سے۔

انبیاءؑ کی مثال

انبیاء چونکہ مشاہدہ کے مطابق باتیں پیش کرتے ہیں۔ اور فلسفی محض اندھوں کی طرح ڈھکوسلوں سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے فلسفی جو کچھ کہتے ہیں ان میں بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن انبیاء ہمیشہ یکساں تعلیم لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کے نوجوان جب باہر جائیں اور ان کے سامنے اس قسم کے مسائل پیش ہوں تو وہ کھلے طور پر ایسے لوگوں سے کہیں۔ کہ تمہاری مثال تو ان اندھوں کی سی ہے۔ جو ہاتھی دیکھنے کے لئے گئے تھے۔ لیکن ہم وہ ہیں۔ جنہیں مشاہدہ کی نعمت حاصل ہو چکی ہے۔ ہم مشاہدہ کے بعد تمہارے ان ڈھکوسلوں کو کس طرح مان سکتے ہیں۔

پروفیسر مولر سے گفتگو

میں پہلے سنا چکا ہوں۔ کہ دہلی میں پروفیسر مولر مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ اور انہوں نے بتایا۔ کہ علم حساب اور علم ہیئت کے رو سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ ساری دنیا ایک نقطۂ مرکزی کے اردگرد چکر کھا رہی ہے۔ اور وہی نقطہ مرکزی اس عالم کا خدا ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ یہ بتائیں۔ کہ کیا وہ نقطۂ مرکزی جسے آپ خدا قرار دیتے ہیں۔ بندوں سے ہمکلام بھی ہو سکتا ہے۔ یا وہ گونگا نقطۂ مرکزی ہے۔ وہ کہنے لگے۔ بولتا تو نہیں۔ میں نے کہا۔ تو پھر میں آپ کے اس نظریہ کو کس طرح قبول کر سکتا ہوں میں نے تو خدا کا کلام اپنے کانوں سے سنا ہے۔ اس مشاہدہ کے بعد میں یہ کس طرح تسلیم کر سکتا ہوں۔ کہ آپ جس نقطۂ مرکزی کو پیش کر رہے ہیں۔ وہ ساری دنیا کا خدا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے انہیں مثالیں دیں۔ اور بتایا کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے مجھ پر اپنی غیب کی باتوں کا اظہار کیا۔ اور وہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اس پر وہ خاموش ہوگئے اور پھر کہنے لگے۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو واقعہ میں اس نقطۂ مرکزی کو خدا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حالانکہ وہ فلسفہ کے ماتحت نہیں۔ بلکہ علم حساب اور علم ہیئت کے رو سے ایک بات پیش کر رہے تھے۔ مگر بہرحال چونکہ وہ بات مشاہدہ کے خلاف تھی۔ اس لئے انکی اس دلیل کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہؤا۔ جب علم ہیئت یا علم حساب یا علم سائنس سے نتیجہ نکالنے والوں سے جو قانون قدرت کو دیکھ کر نتائج اخذ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ تو فلسفی سے جسکی بنیاد ہی صرف ڈھکوسلوں پر ہوتی ہے۔ کیوں غلطیاں نہیں ہو سکتیں۔

سپنسر کیا کہتا ہے

میں نے سپنسر کی کتاب پڑھی ہے۔ اس نے بنیادی طور پر جس بات کو بڑی اہمیت دی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دنیا کی چیزوں کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ انہیں کس نے بنایا۔ اس سوال کا جب ہم تجربہ کرتے ہیں۔ تو آخر چلتے چلتے ایک مقام ایسا آجاتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ اب تو حد ہو گئی۔ اس چیز کو ضرور خدا نے بنایا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ جب لوگ آخر میں آ کر یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس چیز کو خدا نے بنایا۔ تو میرا بھی حق ہے۔ کہ میں یہ کہوں۔ کہ خدا کو کس نے بنایا۔ اور آخر بحث کرتے کرتے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ فرضی طور پر یہ نتیجہ نکال لینا کہ دنیا کو خدا نے ہی پیدا کیا ہے۔ غلط ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ نظام آپ ہی آپ اسی رنگ میں چلتا چلا آرہا ہے۔

اسی طرح وہ مقام کو لیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ آخر لوگ خدا پر جا کر ٹھیر جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہم نے فرضی طور پر ایک مقام پر ٹھیرنا ہی ہے۔ تو کیوں نہ دنیا پر ہی ٹھہر جائیں۔ اور خدا تعالیٰ کا تصور جو محض فرضی طور پر ہمارے سامنے آجاتا ہے اسے اپنے دماغوں میں سے نکال دیں۔ گویا جس سوال کو ہم خدا پر جا کر ختم کر دیتے ہیں۔ اسی سوال کو ہم زمانہ پر بھی ختم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر زمانہ کے متعلق یہ ہمیں سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ اسے کس نے پیدا کیا۔ تو خدا کے متعلق بھی تو یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے۔ پھر جب ہم تھک کر خدا پر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ سب دنیا کو خدا نے ہی پیدا کیا ہوگا۔ تو اس سے زیادہ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم مادے پر ہی رک جائیں۔ اور خیال کریں۔ کہ یہ سب دنیا خود بخود اسی رنگ میں چلتی چلی آرہی ہے۔ خدا تعالےٰ کی خالقیت کا خیال بالکل غلط ہے۔

یہ سوال ہے۔ جو سپنسر کے دل میں پیدا ہؤا۔ اور جس نے اسے گمراہی کے گڑھے میں گرا دیا۔ لیکن یہی سوال ایک دفعہ خود میرے دل میں بھی پیدا ہؤا۔ اور بجائے گمراہی میں گرنے کے خدا نے اسی سوال کے نتیجہ میں اپنی ذات کے متعلق میرے دل میں کامل یقین پیدا کر دیا۔

کامل یقین پیدا کرنے والا واقعہ

میں گیارہ سال کا تھا۔ کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہؤا کہ کیا احمدیت میں اس لئے داخل ہوں۔ کہ بانی سلسلہ احمدیہ میرے باپ ہیں۔ اور کیا اسلام کو میں اس لئے مانتا ہوں۔ کہ میرا باپ اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہے۔ یا ذاتی طور پر خود مجھے بھی دلائل و براہین کی بناء پر احمدیت اور اسلام کی صداقت پر یقین پیدا ہو چکا ہے۔ اس کے بعد قدرتی طور پر خدا تعالےٰ کے متعلق میرے دل میں سوال پیدا ہؤا۔ اور میں نے کہا کہ یہ سوال بھی حل طلب ہے۔ میری عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی۔ لیکن میں نے ان سوالات کے پیدا ہونے پر یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ اگر غور کرنے کے بعد مجھے یہ پتہ لگا کہ احمدیت سچی نہیں۔ تو میں گھر کے کمرہ میں داخل نہیں ہوں گا۔ بلکہ صحن سے ہی باہر نکل جاؤنگا۔ چنانچہ میں نے سوچنا شروع کیا۔ اور سوچتا چلا گیا۔ اور اس قدر سوچا کہ میرا دماغ تھک گیا۔ اس وقت میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ جو نہایت صاف تھا۔ اور ستارے نہایت خوبصورتی کے ساتھ آسمان پر چمک رہے تھے۔ ایک تھکے ہوئے دماغ کے لئے اس سے زیادہ فرحت افزا اور کونسا نظارہ ہو سکتا تھا۔ میں انہی ستاروں میں کھو یا گیا۔ یہاں تک کہ میرے دماغ کو پھر تروتازگی حاصل ہوئی۔ اور میں نے سوچا کہ یہ کیسے اچھے ستارے ہیں۔ مگر ان ستاروں کے بعد کیا ہوگا۔ میرے دماغ نے جواب دیا۔ کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے۔ پھر میں نے کہا۔ ان کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا جواب بھی میں نے یہی دیا۔ کہ ان کے بعد اور ستارے ہوں گے۔ میں نے کہا اچھا۔ تو پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا بھی پھر میرے دماغ نے یہی جواب دیا۔ کہ کچھ اور ستارے ہونگے۔ تب میرے دل نے کہا۔ کہ کیا یہ سلسلہ کہیں ختم بھی ہوگا یا نہیں۔ اگر ختم ہوگا۔ تو اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وہ سوال ہے۔ جس کے متعلق لوگ حیران رہتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ ہم جو کہتے ہیں۔ کہ خدا غیر محدود ہے۔ اس کے کیا معنے ہیں۔ اور ہم جو کہتے ہیں۔ خدا ابدی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی اسکی حد ہونی چاہیئے۔ یہی سوال میرے دل میں ستاروں کے متعلق پیدا ہؤا۔ اور میں نے کہا۔ آخر یہ کہیں ختم بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر ختم ہوتے ہیں۔ تو اس کے بعد کیا ہے۔ اور اگر ختم نہیں ہوتے۔ تو یہ کیسا سلسلہ ہے۔ جس کا کوئی انتہا نہیں۔ جب میرا دماغ یہاں تک پہنچا۔ تو میں نے

کہا۔ خدا کی ہستی کے متعلق بھی محدود اور غیر محدود کا سوال بالکل لغو ہے۔ تم خدا تعالےٰ کو جانے دو۔ ان ستاروں کے متعلق کیا کہوگے۔ جو تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں۔ اگر ہم ان کو محدود کہتے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان کے بعد کیا ہے۔ اور پھر اگر وہ بھی محدود ہے۔ تو اس کے بعد کیا ہے۔ اور اگر کہو کہ یہ غیر محدود ہیں۔ تو پھر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ستاروں کی غیر محدودیت کا انسان قائل ہو سکتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے غیر محدود ہونے پر اس کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ؟

واقعہ میں خدا موجود ہے

تب میرے دل نے کہا کہ ہاں واقعہ میں خدا موجود ہے۔ کیونکہ اُس نے قانون قدرت میں وہی وہی اعتراض رکھ دیا ہے۔ جو اس کی ذات پر پیدا ہوتا ہے۔ تم یہ تو کہہ دیتے ہو کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ خدا غیر محدود کس طرح ہے مگر کیا اس عالم کی تم کوئی حد مقرر کر سکتے ہو۔ اگر نہیں تو غیر محدود کی نہیں سمجھ آگئی۔ اور اگر محدود ہیں تو پھر اس محدود کا محدّد کون ہے۔ اور پھر اسکا اور پھر اس کا۔ تب میں سمجھا کہ وہ اعتراض ہی غلط ہے جو خدا تعالیٰ کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اور میں نے یقین کیا کہ وہ موجود ہے۔ اور جب مجھے خدا کے متعلق یقین حاصل ہو گیا تو میں نے کہا اسلام بھی سچا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی سچے۔ کیونکہ اسلام ہی ہے جس نے خدا کا پتہ دیا۔ اور احمدیت ہی ہے جس نے اس کے چہرے کو روشن کیا۔ تب اس فیصلہ کے بعد میں اپنے بستر پر لیٹا اور میں نے اپنے رسمی عقیدہ کو ایمان سے بدل لیا۔ پس وہی چیز جو سپنسر کو دہریت کے گڑھے میں گرانے کا موجب بنی۔ میرے لئے اُس کی ذات پر ایمان لانے کا موجب بن گئی۔ حالانکہ میری عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی۔ اور سپنسر نے جب غور کیا تو اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ ہوگی مگر اسلئے کہ خالص فلسفیانہ بنیادوں پر اُس نے غور کرنا شروع کیا۔ وہ گمراہ ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ چونکہ خدا کے متعلق شبہ پیدا ہوتا ہے اس لئے اس کا کوئی وجود نہیں۔ اور میں نے کہا چونکہ دونوں جگہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے ہم اسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ جس کی تائید میں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کے وجود کی تائید میں دوسرے دلائل

۴۴

۴۴

موجود ہیں۔ اس لئے محض شبہ کی وجہ سے جو خود مادہ کے متعلق بھی پیدا ہوتا ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کا انکار نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ کا غیر محدود ہونا یا اس کا ازلی ابدی ہونا ایسے امور ہیں۔ جو عقل سے بالا ہیں۔ اور چونکہ یہی اعتراضات بعض مرئی چیزوں پر بھی پڑتے ہیں۔ اور ہم ان کا انکار نہیں کرتے۔ تو خدا تعالیٰ کا انکار اس بنا پر کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ پس وہی چیز جس نے مجھے خدا تک پہنچا دیا۔ وہی ایک چیز جس نے سپنسر کو خدا تعالےٰ سے دور کر دیا ٭

مالدیپ کا ایک نوجوان کس طرح قادیان پہنچا؟

جزائر مالدیپ کے ایک شہر حنادو کا رہنے والا ایک بیس سالہ نوجوان تین ماہ ہوئے قادیان پہنچا اور ۲۷ر اکتوبر کو بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر مسجد مبارک میں سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت کی سلک میں منسلک ہو گیا۔ یہ نوجوان وہاں سے کس طرح ہندوستان آیا۔ اور غرق ہونے والے جہاز سے کس طرح بچ کر قادیان پہنچا۔ اور کس طرح احمدی ہوا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ جسے وہ ٹوٹی پھوٹی اردو میں بیان کرتا ہے۔ مگر احباب جماعت کے ازدیاد ایمان کے لئے مختصراً اپنے الفاظ میں پیش کی جاتی ہے۔

اس نوجوان کا نام مسٹر علی دیدی ہے اس کے والد صاحب کا نام جو کہ وہاں کے سلطان محمد نور الدین صاحب کے وزیر اعظم ہیں حسن دیدی ہے۔ اور وہ اسباب تجارت کیلئے ۲ بڑی کشتیوں اور تین جہازوں کے مالک ہیں۔ یہ نوجوان بسلسلہ تجارت یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو گھر سے روانہ ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ جب ہم روانہ ہوئے۔ ہمارے قافلہ میں کل ۱۵ جہاز تھے۔ ۵ر جنوری کی شب کو تارپیڈو لگنے سے راس کماری کے نزدیک ہمارے جہاز غرق ہو گئے۔ اس وقت جبکہ جہاز ڈوب رہے تھے۔ دشمن کے ہوائی جہازوں نے بم پھینک کر آگ بھی لگا دی۔ جس سے تمام آدمی جل کر مر گئے سوائے ہم تین کے جو کاک کے لیم بوٹ پر بچ گئے۔ تین دن تک ہم سمندر میں بھوکے پیاسے بھٹکتے رہے کہ کسی ہوائی جہاز نے ہمیں دیکھ کر سمندری جہاز بھیجا۔ تو ہم اس پر سوار ہو کر کالی کٹ پہنچے۔ اور وہاں سے بمبئی کے ہاسپٹل میں پہنچایا گیا۔ وہاں میرے دونوں ہمراہی تو مر گئے۔ مگر میں تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگا۔ کیونکہ جہاز کو آگ لگتے وقت میں بھی جل گیا تھا۔ اور ایک لوہے کا ٹکڑا میری ران پر لگا تھا۔ جس سے بہت گہرا زخم ہو گیا تھا۔

بمبئی سے پانچ مہینے کے بعد مجھے گورنمنٹ نے مدراس ہاسپٹل میں بھیجا تاکہ علاج مکمل ہو سکے۔ علاج ہونے پر مجھے سیلون بھیجا گیا۔ تا واپس اپنے ملک مالدیپ چلا جاؤں۔ مگر سیلون کے حکام نے واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ وہاں سے واپس مدراس آتے ہوئے مجھے گاڑی میں دو سیلون کے آدمی ملے جو احمدی تھے۔ اور پھر میں اُن کے ساتھ مدراس پہنچا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ہم سیلون سے پنجاب میں پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ اس سے مجھے بھی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا (اس وقت تک مجھے کچھ علم نہ تھا کہ قادیان کہاں ہے یا احمدی کون ہوتے ہیں) اس وقت میں نے حکام کی بات کی پرواہ نہ کی جو اڑھائی روپیہ روزانہ بطور جیب خرچ دیتے۔ اور واپس گھر پہنچانے کا وعدہ کرتے تھے۔ میں ہندوستان کی کوئی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اور اشاروں سے اپنے مطالبات پیش کرتا تھا۔ آخر آہستہ آہستہ کچھ اردو سمجھنے اور بولنے لگ گیا۔

اس نوجوان نے اپنا ایک خواب اس واقعہ سے تین سال قبل کا بیان کیا پہلے ایک بار جب میں مالدیپ سے تجارت کی غرض سے سیلون آیا ہوا تھا۔ تو مردان شہر کی ایک مسجد میں میں نے رات کو بحالت خواب سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا " اقراء باسم ربک " ان الفاظ کو سن کر میں ڈر گیا۔ تو کسی شخص نے مجھے مسجد کے حوض میں تین غوطے دیئے۔ اور پھر باہر نکالا۔ اس کے بعد میں سو گیا۔ تو دیکھا کہ کوئی بزرگ سفید پوش مجھے کہتے ہیں کہ تمہارا نبی آگیا ہے۔ تم اس کو مان لو۔ تین برس کے اندر اندر اس نبی کے خلیفہ کا ہاتھ تم کو ملے گا۔ اس خواب اور ان کلمات کو میں نے اپنی زبان میں ایک کاغذ پر اسی وقت لکھ لیا تھا۔ جو کہ مردان شہر کی اس مسجد کے مؤذن کے پاس اب تک موجود ہوگا۔ اور میرے اپنے گھر میں بھی یہ یادداشت موجود ہے۔ اور ایک کاغذ پر لکھی ہوئی میرے پاس بھی موجود تھی۔ مگر سمندر میں گرنے اور آگ لگنے کے وقت ضائع ہو گیا۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بسلسلہ تجارت کئی ممالک مثلاً انگلستان۔ آسٹریلیا۔ افریقہ۔ مڈغاسکر جزائر سنگاپور۔ ماریشس گیا۔ مگر میرا یہ خواب کہیں پورا ہوتا دکھائی نہ دیا۔ اور کسی نبی یا خلیفہ کا کوئی نشان نہ پایا۔ اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے قادیان میں مجھے پہنچا کر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

ایک اور واقعہ مجھے یہ پیش آیا۔ کہ جب سفر میں جہاز کے ڈوبنے پر ہم سمندر میں تیرنے لگے تو اس وقت کسی نے مجھے آواز دیکر کہا کہ السلام علیکم میرے ساتھیوں نے بتایا کہ وہ ایک بزرگ آدمی کی شکل میں تھا۔ مگر میں نے سوائے ایک روشنی کے اور کچھ نہ دیکھا۔ میرے والد صاحب کافی عرصہ ہوا حج کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے ایک بزرگ کا فوٹو لائے تھے۔ جس کے متعلق لوگوں نے آپ کو بتایا تھا۔ کہ یہ ایک ایرانی نبی کا فوٹو ہے۔ جو فوت ہو چکا ہے۔ وہ فوٹو ہمارے گھر میں تاحال موجود ہے۔ ویسا ہی فوٹو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اب قادیان میں آکر دیکھا۔ اور میں نے پہچان لیا۔ کہ یہ اسی بزرگ کا فوٹو ہے۔

تمام احمدی بھائی میرے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے احمدیت کی تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور احمدیت کا خادم بنائے۔ یہ نوجوان آجکل قادیان میں ہے۔ تھوڑی تھوڑی اردو بولنے اور سمجھنے لگ گیا ہے۔ اور تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ ذیل میں اس نے اپنی زبان عربی تھانا میں جو جزائر مالدیپ میں رائج ہے اپنا نام اور اپنے والد حسن دیدی صاحب کا نام اور پتہ وغیرہ لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ مالدیپ کے اگر کوئی صاحب ہندوستان میں ہوں تو وہ مہربانی کر کے مجھے معرفت مہمانخانہ قادیان کے پتہ پر خط لکھیں یا قادیان تشریف لائیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اعلان نکاح

برادرم منشی پیار محمد خاں صاحب کا نکاح مسماۃ خدیجہ بیگم صاحبہ بنت ملہائے متوطن صوبہ بہار حال مقیم دار المسیح قادیان کے ساتھ بعوض مبلغ دو صد روپیہ مہر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲ فروری ۱۹۴۵ء بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں پڑھا۔ احباب عاقربا دعا فرمائیں کہ یہ رشتہ خدا تعالیٰ جانبین اور سلسلہ کیلئے مفید اور بابرکت بنائے۔ (امیر محمد کلرک دفتر منیجر الفضل قادیان)

حلف الفضول میں شامل ہونیوالوں کی پہلی فہرست

حلف الفضول میں شامل ہونے کے لئے سات دن متواتر استخارہ کرکے درخواست بھیجیں۔ خواب کا آنا شرط نہیں۔ صرف دعا کرنا شرط ہے۔

(۱) عبد الباری صاحب واقف زندگی۔ قادیان۔
(۲) چودھری محمد رفیق صاحب "
(۳) چودھری فقیر محمد صاحب پولیس انسپکٹر کرنال۔
(۴) دین محمد صاحب بٹالہ (۵) شیخ احمد اللہ صاحب قادیان
(۶) مولوی نور الحق صاحب واقف زندگی قادیان
(۷) غیاث محمد صاحب ملکانہ دار السعت قادیان
(۸) چودھری غلام حسین صاحب اوورسیر دار الرحمت "
(۹) مرزا محمد یعقوب صاحب واقف زندگی قادیان
(۱۰) غلام محمد صاحب بی۔ ایس۔ سی سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ تحریک جدید قادیان۔
(۱۱) چودھری عبد الحمید صاحب آصف واقف زندگی قادیان
(۱۲) ڈاکٹر کیپٹن شاہ نواز خاں صاحب مارٹی انڈس۔
(۱۳) عبد المجید صاحب ڈی۔ ایس۔ پی پشاور۔
(۱۴) حافظ عبد الرحمن صاحب عربی ماسٹر چوہلی منٹگمری
(۱۵) حوالدار کلرک محمد اشرف صاحب ۱۶/۱۴ پنجاب رجمنٹ میرٹھ چھاؤنی۔
(۱۶) ماسٹر نذیر حسین صاحب چغتائی ٹی آئی۔ ہائی سکول قادیان
(۱۷) بشیر احمد صاحب اختر ٹی۔ آئی۔ ہائی سکول قادیان
(۱۸) خانصاحب فرزند علی صاحب ناظر بیت المال قادیان
(۱۹) عبد العزیز صاحب عالم پور۔ ضلع ہوشیار پور۔
(۲۰) میاں غلام احمد صاحب اختر راشننگ افیسر نئی دہلی۔
(۲۱) نواب دین صاحب ٹریننگ سنٹر کٹنی۔
(۲۲) چودھری غلام مرتضٰی صاحب چک ۱۴۵ ضلع ملتان
(۲۳) چودھری عبد الواحد صاحب مدیر "اصلاح" کشمیر
(۲۴) صلاح الدین صاحب احمد بی۔ اے بہلول پور۔
(۲۵) میاں عباس احمد صاحب واقف زندگی قادیان
(۲۶) چودھری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری۔
(۲۷) خواجہ نذیر احمد صاحب امیر جماعت نئی دہلی۔
(۲۸) محمد عبد اللہ صاحب مقرب پاکپٹن۔
(۲۹) عبد اللہ خانصاحب وثیقہ نویس۔ بٹالہ
(۳۰) غلام محمد صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول شاہدرہ۔
(۳۱) میاں عبد الرحیم احمد صاحب۔ قادیان
(۳۲) عبد الرحمن صاحب انچارج تحریک جدید قادیان
(۳۳) غلام حسین صاحب لدھیانوی نئی دہلی۔
(۳۴) فیض احمد صاحب انسپکٹر بیت المال ضلع سیالکوٹ
(۳۵) کفیلہ خانم دختر شیخ تاج الدین صاحب سٹیشن ماسٹر رائے ونڈ
(۳۶) ڈاکٹر عبد الکریم صاحب گوجروال۔ لدھیانہ۔
(۳۷) غلام رسول صاحب ناصر آباد۔ سندھ۔
(۳۸) محمد شفیع صاحب لاہور چھاؤنی۔
(۳۹) محمد اسماعیل صاحب دھرگ میانہ سیالکوٹ
(۴۰) حافظ قدرت اللہ صاحب واقف زندگی قادیان
(۴۱) مرزا محمد حیات صاحب تاثیر قادیان۔
(۴۲) سرور خاتون بیگم صاحبہ بنت ماسٹر خلیل الرحمن صاحب قادیان
(۴۳) مرزا احمد بیگ صاحب قادیان۔

[illegible]

(۵۷) لاہوری دروازہ انبالہ شہر۔ (۵۷) سلطان عالم صاحب قریشی دھرم سالہ (۵۸) محمد عاشق صاحب واقف زندگی قادیان (۵۹) عبد المجید صاحب بلالپوری دیہاتی مبلغ قادیان (۶۰) عطا محمد صاحب سکنہ ننگل قادیان (۶۱) رشیدہ لشری صاحبہ بنت حضرت سید محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ (۶۲) مرزا غلام حسین صاحب لاہور (۶۳) بشارت احمد صاحب چغتائی ولد ماسٹر نذر حسین صاحب چغتائی لاہور۔ (انچارج تحریک جدید)

(۴لہ) خان زادہ امیر اللہ صاحب اسماعیلیہ ضلع سرحد
(۵لہ) لیفٹیننٹ عزیز احمد صاحب جالندھر چھاؤنی۔
(۶لہ) صوبیدار نذر حسین صاحب جالندھر۔
(۷لہ) عبد الرحمن صاحب رانجھا ہیو دہلی۔
(۸لہ) چودھری انوار احمد صاحب کاہلون۔ کلکتہ۔
(۹لہ) عبد اللطیف صاحب شرما قادیان۔

... اور قادیان سے شائع کیا

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

ماسکو ۱۴ر فروری۔ مارشل زوکاف کی فوجیں دریائے اوڈر کے کنارے فرینکفرٹ اور کسٹرین کی طرف برابر بڑھتی جا رہی ہیں۔ کل فرینکفرٹ سے بارہ میل مشرق کی طرف ایک شہر پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ اور دائیں بازو کی فوجیں سٹیٹن کی بندرگاہ کی طرف جا رہی ہے۔ اور معلوم ہوا ہے جرمن اسے خالی کر رہے ہیں۔

لنڈن ۱۴ر فروری۔ مغربی محاذ پر امریکن فوجیں مونشاؤ کے مشرق میں سیگفرائڈ لائن کی قلعہ بندیوں کی پہلی لائن میں داخل ہو چکی ہیں۔ اور پانچ ہزار گز بڑھ چکی ہیں۔ جرمن بہت سخت مقابلہ کر رہے ہیں۔ جنوب میں کولمار میں گھری ہوئی جرمن فوج کی حالت روز بروز نازک ہوتی جا رہی ہے وہ رائن کے پل سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ مگر یہاں بھی اتحادی فوجوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے کل دن میں امریکن بمباروں نے برلین پر بڑے زور کا حملہ کیا۔ اور پون گھنٹہ میں ۲۴ ہزار ٹن بم برسائے۔ اس شہر میں سخت گڑبڑ مچ گئی۔ رات کے وقت اتحادی بمباروں نے مغربی اور جنوب مغربی جرمنی میں مارشلنگ یارڈوں اور مصنوعی تیل کے کارخانوں پر حملے کئے۔ دشمن کے ۲۱ جہاز لڑائیوں میں اور زمین پر برباد کر دیئے۔

ایتھنز ۱۴ر فروری۔ کل حکومت اور ای۔ اے۔ ایم کے نمائندوں میں کانفرنس شروع ہوگی۔ سرکاری وفد کے لیڈر وزیر خارجہ ہیں۔ آپ نے کہا حکومت کی تشکیل کے بارہ میں آزادی کے ساتھ رائے دینے کا موقعہ پبلک کو ضرور دیا جائے گا۔

واشنگٹن ۱۴ر فروری۔ اس وقت امریکن فوج کے دو دستے منیلا پر بڑھ رہے ہیں۔ ایک شہر سے پندرہ میل دور ہے۔ اور دوسرا ۲۲ میل کے فاصلہ پر دریائے انگرٹ کے کنارے پر جا پہنچا ہے۔ امریکن گشتی دستے اب منیلا سے صرف دو میل دور ہیں۔ جزیرہ نما بٹان میں امریکن فوج آٹھ میل پیشقدمی کر چکی ہے۔ جنرل میکارتھر نے اب اپنا ہیڈ کوارٹر وسطی لوزان میں منتقل کر لیا ہے۔

لنڈن ۱۴ر فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ برلین کے مشرق میں دریائے اوڈر کے کنارے پیدل فوجوں اور ٹینکوں کی ایک خوفناک ترین لڑائی ہو رہی ہے۔ دریائے اوڈر کے کنارے کسٹرن کے کٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ برلین کی تمام پبلک عمارتوں میں سرنگیں بچھائی جا رہی ہیں۔

لنڈن ۱۴ر فروری۔ برطانی حکومت کے وزیر مسٹر سنیکار نے لبرل پارٹی کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ روس۔ برطانیہ اور امریکہ چونکہ ایک دوسرے کو پہلے کی نسبت زیادہ بہتر طور پر سمجھنے لگے ہیں۔ اس لئے آئندہ کسی جنگ عظیم کے پیدا ہونے کا امکان نہیں۔ لبرل کانفرنس نے ایک قرارداد منظور کی کہ برطانی گورنمنٹ یہودیوں کے متعلق اپنی پالیسی میں محتاط رہے۔

لنڈن ۱۴ر فروری۔ جرمنی میں روسی فوجوں کی برق رفتار پیشقدمی کے نتیجہ میں یہ خیال عام ہو رہا ہے۔ کہ جنگ بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ پارلیمنٹ کے بعض ممبروں بالخصوص لیبر پارٹی کو خطرہ ہے کہ مسٹر چرچل وہی غلطی کریں گے جو گزشتہ جنگ کے بعد مسٹر لائیڈ جارج نے کی تھی۔ اور جس کی وجہ سے امن پائیدار نہ رہ سکا۔ اور بعض ممبر برملا کہہ رہے ہیں کہ مسٹر چرچل کا وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہونا بہت ضروری ہے ایک ممبر نے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ لیبر پارٹی عنقریب ہندوستان کے ڈیڈ لاک کو ختم کرنے کیلئے مداخلت کرے۔

لنڈن ۱۴ر فروری۔ ایک خفیہ فوجی مسودہ کا انکشاف حال میں ہوا ہے۔ جس میں یہ سازش کی گئی تھی کہ ارجن ٹائن گورنمنٹ جنوبی امریکہ سے لڑائی شروع کر دے۔ اور جرمنی کی طرح جنوبی امریکہ میں غلبہ پانے کیلئے ارجنٹائن کمربستہ ہو رہا تھا۔

پیرس ۱۴ر فروری۔ فرانس اور اٹلی کے درمیان اختلافات پیدا ہو رہے ہیں۔ اطالوی وزیراعظم نے ایک بیان میں اٹلی کے متعلق فرانس کے رویہ پر عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اطالوی گورنمنٹ نے فرانس کی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ تیونیشیائی اطالوی آبادی کو خاص مراعات دی جائیں۔ مگر اس نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

بمبئی ۱۴ر فروری۔ ہندو قانون کی اصلاحی کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے بمبئی کی عورتوں کی کونسل کی طرف سے ایک ہندو خاتون نے کہا کہ عام حالات میں ایک مرد کو ایک ہی عورت کے ساتھ شادی کرنی چاہیئے۔ مگر بعض حالات میں تعدد ازدواج کی بھی اجازت دی جا سکتی ہے آپ نے مخصوص حالات میں طلاق کی بھی حمایت کی اور سول میرج کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ایسی شادیوں کی نوعیت محض کاروباری ہے۔

لنڈن ۱۴ر فروری۔ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی کہ یورپ کے ممالک میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہونے کا مشکل سوال سامنے آنے لگا ہے۔ اندازہ ہے کہ برطانیہ میں ہر پانچ جوان لڑکیوں میں سے ایک کو تجرد کی حالت میں رہنا پڑے گا۔ اور امریکہ میں ہر سات میں سے ایک لڑکی کو۔ امریکہ میں اسی لاکھ نوجوان عورتوں کو شوہر میسر نہ آ سکیں گے۔

واشنگٹن ۱۴ر فروری۔ ۴۶-۱۹۴۵ء کے لئے جاپان کی پارلیمنٹ نے ۶۹ ارب روپیہ کا فوجی بجٹ منظور کیا ہے۔ شاہ جاپان نے بھی اس بجٹ کی منظوری دیدی ہے۔ اس میں سے ۲۴ ارب کے قریب روپیہ جاپان گورنمنٹ قرض لے گی۔ یہ قرض ڈچ ایسٹ انڈیز۔ سیام برما اور فلپائن وغیرہ سے لیا جائے گا آئندہ مالی سال میں جاپان کی آمد کا اندازہ ۱۹ ارب روپیہ کیا جاتا ہے۔

لاہور ۱۴ر فروری۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ پنجاب اسمبلی کا بجٹ سشن ۱۹ر فروری کو شروع ہوگا۔ اور قریباً مارچ کے آخر میں ختم ہو جائے گا۔ ۲۲ر فروری کا دن غیر سرکاری کام کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

اوکاڑہ ۱۴ر فروری۔ گندم ۵۹۱ -/-/۱۰ وڑہ -/۲/۹ نخود -/۸/۷ ماش سیاہ -/۴/۱۲ ماش سبز -/-/۱۷ مونگ -/-/۱۲ ۱۲ بنولہ بکیہ ۱۰/۶/- امرتسر میں سونا -/۱۴/۷۰ پونڈ -/۸/۵۴ چاندی -/-/۱۲۵

پیرس ۱۴ر فروری۔ فرانسیسی وزارت کے ایک اجلاس کے بعد جو جنرل ڈیگال کی صدارت میں منعقد ہوا۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ فرانسیسی گورنمنٹ شام اور لبنان میں امن و امان قائم رکھنے کی اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتی ہے۔ اور وہ اپنے اس حق کو حاصل کرنے کا پورا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

کراچی ۱۴ر فروری۔ آریہ پرتی ندھی سبھا کی طرف سے سندھ کے ہندو وزیر مسٹر ہیمن داس کو لکھا گیا ہے کہ چونکہ سندھ گورنمنٹ نے ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب پر سے پابندی واپس نہیں لی۔ اس لئے سبھا نے وہاں ستیہ آگرہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مسٹر ہیمن داس نے سبھا مذکور کو لکھا ہے۔ کہ یہ وقت ستیہ آگرہ کے لئے موزوں نہیں۔ اگر ہندوؤں نے ایسا کیا تو سندھ کے دور افتادہ دیہات میں ہندوؤں کا مال و جان خطرہ میں پڑ جائے گا۔

ماسکو ۱۴ر فروری۔ روس کے سرکاری اخبار "ریڈ سٹار" نے لکھا ہے کہ ہم برلن سے سٹالن گراڈ کی تباہی و بربادی کا پورا پورا انتقام لیں گے۔ جرمنوں کو حساب چکانے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ اس اخبار نے لکھا ہے کہ جوں جوں روسی فوجیں جرمنی کے اندر گھستی جاتی ہیں۔ جرمن گسٹاپو اپنے خفیہ ریکارڈ تلف کرتی جاتی ہے۔ مشرقی پرشیا میں گسٹاپو کا کوئی دفتر صحیح و سلامت نہیں ملا۔ نہ ہی کوئی کاغذ ہاتھ آیا ہے۔

کانڈی ۱۴ر فروری۔ کل شمالی برما میں امریکن دستوں نے ایک ایسی پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو برما روڈ سے ایک میل مغرب کی طرف اور لاشیو سے ۴۹ میل پر ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے دشمن نے مضبوط قلعہ بندیاں کر رکھی تھیں۔ دو روز کی سخت لڑائی کے بعد جس میں بہت سے جاپانی مارے گئے۔ اس پر قبضہ کیا گیا۔ ۱۴ ویں فوج نے دریائے ایراودی کے شمالی کنارے پر ایک جاپانی فوج کو گھیر رکھا ہے اس پر اتحادی بمباروں نے سخت بمباری کی اس کے علاوہ شمغون پر بھی بمباری کی گئی۔ جو ایک اہم مرکز ہے۔ یہاں سیام کی خلیج سے جہازوں میں مال پہنچتا ہے۔ اور پھر ریلوے کے ذریعہ برما بھیجا جاتا ہے۔ اس ریلوے لائن پر بھی بمباری کی گئی۔ کئی ڈبے پٹڑی سے اتر گئے

واشنگٹن ۱۴ر فروری۔ مریانا کے اڈوں سے اڑ کر امریکن ہوائی جہازوں نے خاص جاپان میں کوبے کے صنعتی ٹھکانوں کی خبر لی۔ اس حملہ میں ایک سو بمباروں نے حصہ لیا۔

ماسکو ۱۴ر فروری۔ برلین کے مشرق کی طرف مارشل زوکوف کے پیدل اور ٹینک دستے بڑھ رہے ہیں اور ڈیڑھ سو دیہات و قصبات پر جن میں تین چھاؤنیاں بھی ہیں قبضہ کر چکے ہیں۔ مشرقی پرشیا [illegible]